© rasailojaraid.com

تاثرات

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح محض رسوم و عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ مادی ہو یا روحانی، بہترین رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی عبادت گاہ "مسجد" بھی صرف عبادت کرنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا ایک ایسا اجتماعی مرکز بھی ہے جس کو اسلامی معاشرے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کے دورِ عروج میں نہ صرف مذہبی، بلکہ سیاسی، تعلیمی، ثقافتی اور دوسرے تمام اہم شعبہ ہائے حیات میں مسجد سے ایک اجتماعی مرکز کا کام لیا جاتا تھا۔ یہاں نماز ادا کی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین جلوہ فرما ہوتے تھے، مجلسِ مشاورت منعقد کی جاتی تھی، امورِ مملکت انجام دیے جاتے تھے، احکام جاری کیے جاتے تھے، امیر المومنین قوم سے خطاب کرتے اور سوالات کا جواب دیتے تھے، جہاد کے لیے فوج روانہ کی جاتی تھی، تنازعات کا فیصلہ کیا جاتا تھا، وفود ٹھہرائے جاتے تھے، دارالعلوم قائم ہوتے تھے، غرض یہ کہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق امور مسجد میں طے پاتے تھے۔ لیکن جب خلافت کی جگہ ملوکیت کو فروغ ہونے لگا اور غیر اسلامی اثرات سرایت کرنے لگے تو رفتہ رفتہ مسجد کی مرکزیت بھی کم ہوتی گئی اور آخر کار اسے بھی صرف عبادت گاہ بنا دیا گیا۔

مسجد کی حیثیت میں جو تبدیلی ہوئی، اس سے امامت کا تصور بھی بری طرح متاثر ہوا۔ پہلے جماعت کی امامت بہت بڑا اعزاز تھی اور خلیفہ اور اس کے والیوں اور سپہ سالاروں کے فرائضِ منصبی میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اور یہ کیفیت عباسی خلفاء کے عہد تک بھی باقی رہی۔ مگر اس کے بعد امامت کا یہ تصور رفتہ رفتہ ختم ہوگیا اور نماز پڑھانے کے لیے تنخواہ دار امام رکھے جانے لگے اور ایسی ابتری پیدا ہوئی کہ چند خاص خاص اور بڑی مسجدوں کے سوا دوسری تمام مساجد کے امام اقتصادی مشکلات کا اس بری طرح سے شکار رہے کہ معاشرے میں اپنا وقار قائم نہ رکھ سکے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، روشن خیال، عالی دماغ اور حوصلہ مند افراد کے لیے مسجدوں کی امامت میں کوئی کشش نہیں رہی، اور یہ اعزاز [illegible] منصب کے لازمی تقاضے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پورے نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاشرے کے لیے مسجدوں کی افادیت بری طرح مجروح ہو گئی اور مساجد کے اماموں اور خطیبوں کی حالتِ زار کی اصلاح ایک اہم مسئلہ بن گئی۔

پاکستان میں اس مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کیا جانے لگا ہے اور اس کو حل کرنے کی کچھ تدبیریں بھی اختیار کی گئی ہیں۔ چنانچہ محکمۂ اوقاف پنجاب، نے لاہور میں علماء اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو مفید کام انجام دے رہا ہے۔ اب اس اکیڈمی کے ناظم پروفیسر محمد یوسف گورایا نے مسجد کو حقیقی معنوں میں ایک دینی، تعلیمی اور ثقافتی مرکز بنانے کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اماموں اور خطیبوں کے لیے ایک تربیتی کالج قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کالج میں مختلف دینی مدارس کے سند یافتہ لوگوں کو اس طرح تربیت دی جائے گی کہ ان میں وسیع النظری اور مسائلِ حاضرہ کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور وہ اپنی مسجد کو موثر و مفید اجتماعی ادارہ بنا کر اپنے علاقے میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں اور ان کی رہبری کا فرض بھی انجام دے سکیں۔ چنانچہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے اور اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ علمی قابلیت بڑھانے اور عملی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لیے تربیت حاصل کرنے والوں کو ضروری سہولتیں میسر ہوں اور انھیں اس قابل کر دیا جائے کہ وہ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنا کے معاشرے میں ایک باوقار مرتبہ حاصل کر سکیں۔

موجودہ زمانے میں مساجد کی تنظیم تو ہر ملک کے مسلمانوں کا ایک اہم اور فوری توجہ طلب مسئلہ ہے اور کئی ملکوں میں اس کے لیے مختلف منصوبے بھی بنائے گئے ہیں۔ یہ تنظیم لازمی طور پر اس انداز کی ہونی چاہیئے کہ ہم مساجد سے وہ تمام فوائد بھی حاصل کر سکیں جو معاشرے کے ایک اجتماعی مرکز اور بنیادی ادارے سے حاصل ہو سکتے ہیں اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک جامع منصوبہ بنانے اور بہت وسیع اور مؤثر عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مذکورہ بالا تربیتی کالج جیسے اداروں کا قیام مفید ثابت ہو گا۔

(رزاقی)

© rasailojaraid.com